A Comparative Analysis of the "Janan Cheni" and "Chin Ba Jabeen"

''جانان چینی'' اور ''چین بہ جبین'' کا تقابلی جائزہ

Dr Muhammad Sahib Khan *[1]
Assistant Professor, Department of Urdu, University of Chitral.
Dr. Ahmad Wali*[2]
Assistant Professor, Department of Urdu, University of Peshawar
Bibi Farhana Gul*[3]
PhD Scholar Department of Urdu Qurtaba University Peshawar

☆[1] **ڈاکٹر محمد صاحب خان**
اسسٹنٹ پروفیسر، شعبۂ اردو، جامعۂ چترال
☆[2] **ڈاکٹر احمد ولی خان**
اسسٹنٹ پروفیسر، شعبۂ اردو، جامعۂ پشاور
☆[3] **بی بی فرحانہ گل**
پی۔ایچ ڈی اسکالر شعبۂ اردو، قرطبہ یونیورسٹی، پشاور

Correspondance:sahibkhan@uoch.edu.pk

eISSN:**3005-3757**
pISSN: **3005-3765**

Received: 18-07-2026
Accepted:22-09-2026
Online:24-09-2026

Copyright:© 2026 by the authors. This is an access-openarticle distributed under the terms and conditions of the Creative Common Attribution (CC BY) license

ABSTRACT: In contrast, "Cheen-ba-Jabeen" is an account of a fortnight-long journey undertaken by eight writers. Dr. Inayatullah Faizi presents China's history, progress, culture, economy, and education as well as Pakistan-China relations through a scholarly and research-oriented lens. His writing is characterized by dialogue, historical references, statistical data, and a satirical tone; he also draws attention to the shortcomings of Pakistani society when viewed against the backdrop of China's development . Overall, while "Janan-e-Cheen" is defined by personal impressions, humour, and aesthetic imagery, "Cheen-ba-Jabeen" represents research, history, analysis, and a comparative perspective. Both travelogues hold a significant place in Urdu

travel literature due to their distinctive styles. The present study offers a comparative analysis covering both artistic and intellectual dimensions of Qazi Inayat Jalil's "Janan Chini" and Dr. Inayatullah Faizi's "Chin-ba-Jabeen". While both travelogues highlight various aspects of travel to China, including observations, civilization, culture, and development, there are distinct differences in their respective styles and perspectives."Janan-e-Chin" chronicles a twenty-one-day journey undertaken by a group of thirty-two individuals, emphasizing the historical and cultural ties between China and Chitral. Qazi Inayat Jalil's writing style is simple, fluid, evocative, witty, and aesthetic; his work also features unique elements such as vivid descriptive imagery and an exploration of the linguistic similarities between Chinese and Khowar

KEYWORDS: Sahifa, Majlis-e-Taraqqi-e-Adab Lahore, Urdu Literary Journalism, Literary Journals, Editorial Writing, Literary Criticism, Modern Literature, Book Reviews, Urdu Literature, Literary Heritage, Translations, Editorial Contributions, Literary History

ادب کے نثری اصناف میں ایک اہم صنف سفر نامہ ہے۔سفر نامہ کا آغاز پہلے مغرب سے ہوا۔لیکن وقت گزرنے کے ساتھ اسے اردو زبان نے بہت جلد قبول کر لیا۔دورِ جدید میں سفر نامہ اردو ادب کا ایک اہم صنف ہے۔سفر نامہ کو سیاحت نامہ بھی کہا جاتا ہے۔اس کے معنی سفری داستان، روداد یا سفری قصے کے ہیں۔یہ انسانی صنف کی تنوع پسندی کی بدولت وجود میں آیا۔خالد محمود اپنی کتاب اردو سفر ناموں کا تنقیدی مطالعہ میں سفر نامے کی تعریف یوں کرتے ہیں۔

"سفر نامہ نگار دورانِ سفر یا سفر سے واپسی پر اپنے مشاہدات اور تاثرات و احساسات کو ترتیب دے کر رقم کرتا ہے وہ سفر نامہ ہے۔"(۱)

ڈاکٹر قدسیہ قریشی سفر نامے کی تعریف اپنی کتاب "اردو سفر نامے بیسویں صدی میں" اس طرح کرتی ہیں۔

"سفر نامے کے معنی داستانِ سفر، روودادِ سفر کے قصے کے ہیں، جسے تحریری طور پر پیش کیا گیا ہو۔ انگریزی میں ایسے سفر کو بیان کرنے والی متحرک تصاویر یا مصور تقریر بتایا گیا ہے۔"(۲)

سفر کے ذریعے انسان کو مختلف مقامات کی سیر کرنے کا موقع ملتا ہے۔ جب کوئی شخص سفر کرتا ہے تو بعد میں اسے ادبی انداز میں بیان کرتا ہے، جو منفرد انداز میں قارئیں کے سامنے آتا ہے۔ سفر کے دوران سفر نامہ نگار کے ذہن میں جستجو پیدا ہوتی ہے۔ وہ ہر منظر کو ایک نئے زاویے سے دیکھتا ہے، اور یہی جستجو اس کے بیان میں گہرائی پیدا کر دیتی ہے ۔ اسے سفر کے دوران مختلف قسم کے لوگوں سے میل جول رکھنا پڑتا ہے۔

اردو میں سفر نامہ نگاری آغاز یوسف خان کمبل پوش کا سفر نامہ "عجائبات فرنگ" سے ہوتا ہے، جس کی اولین اشاعت دہلی کالج کے مطبع العلوم سے 1847ء میں ہوئی، اس اشاعت کے ۲۵ سال بعد منشی نول کشور نے اس سفر نامے کو نئے عنوان "عجائبات فرنگ" کے نام سے ۱۸۷۳ء میں شائع کیا۔ تب سے سفر نامہ نگاری کا ارتقاء ہنوز جاری ہے۔ اس ارتقائی سفر نے کئی کروٹیں بدلی ہیں۔ تعریف، مفہوم اور فنی لوازمات میں وسعت پیدا ہو گئی ہے۔ بقول انور سدید:

"سفر نامہ مشاہدات کے ساتھ ساتھ سفر نامہ نگار کے تاثرات اور اکثر اوقات قلبی واردات اور جزیات کو سمیٹ کر مرتب کرتا ہے"(۳)

چین کی جانب سفر کرنے والے پاکستانی ادیبوں نے ہمیشہ اس ملک کی ترقی، خوشحالی، اصول پسندی، وقت کی پابندی اور چینی تہذیب و ثقافت کی سحر انگیزی کو بیان کیے ہیں۔ قاضی عنایت جلیل کا "جانان چینی" اور ڈاکٹر عنایت اللہ فیضی کی "چین بہ جبین" اسی سلسلے کی کڑیاں ہیں۔ جو ایک ہی خطے (چترال) کے دو سفر نامہ نگاروں کے مشاہدات اور تجربات کا احاطہ کرتی ہیں۔ جہاں قاضی صاحب کے ہاں چین کی تہذیب و ثقافت کے اسرار و رموز، روایات اور چترال کے ساتھ تعلق کا احاطہ کرتی ہیں وہیں ڈاکٹر عنایت اللہ فیضی چین کی ترقی، پاکستان کے ساتھ چین کے تعلقات اور جدید ٹیکنالوجی اور چین کی تاریخی اہمیت کے عملی پہلوؤں پر روشنی ڈالتے ہیں۔ مذکورہ تحقیق میں ان دو سفر ناموں کے مابین مماثلت اور مغائرت کا تقابلی جائزہ لیا جائے گا۔

قاضی عنایت جلیل کھوار زبان و ادب کے ممتاز شعراء میں شمار ہوتے ہیں اور خیبر پختونخوا کے نامور ریڈیو براڈکاسٹرز میں بھی ان کا نمایاں مقام ہے۔ دوسری جانب ڈاکٹر عنایت اللہ فیضی کا تعلق علم و ادب کے شعبے سے ہے اور وہ اردو کے ممتاز پروفیسر رہ چکے ہیں۔

سفر نامہ جانانِ چین 32 افراد پر مشتمل ایک گروپ کے 21 روزہ دورۂ چین پر مبنی ہے، جبکہ چین بہ جبین آٹھ ادیبوں کے ایک گروہ کے 15 روزہ سفر کی روداد پیش کرتا ہے۔ اس تقابل سے یہ واضح ہوتا ہے کہ دونوں سفر نامہ نگاروں کے اسفار نسبتاً مختصر مدت پر مشتمل تھے۔

قاضی صاحب اپنے سفر نامے کی تحریر کا مقصد بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ اس سفر کے مشاہدات، تجربات اور تاثرات کو قلم بند کرنا اس لیے ضروری محسوس ہوا تا کہ قارئین نہ صرف چین کی تہذیب، ثقافت اور معاشرت سے آگاہ ہو سکیں بلکہ مختلف اقوام کے درمیان فکری و ثقافتی ہم آہنگی کو بھی بہتر طور پر سمجھ سکیں۔

> "سفر نامہ تحریر کرنے کا مقصد چترال اور چین کے سابقہ روابط کا تذکرہ کر کے کسی طریقے سی پیک کے الٹرنیٹ روڈ چترال کے درمیان میں سے گزارنے کی کوشش تھی۔"(۴)

اس کے بر عکس ڈاکٹر عنایت اللہ فیضی صاحب چین بہ جبین کو تحریر کرنے کے دو مقاصد بتاتے ہیں: اول مقصد یہ تھا کہ چونکہ یہ سفر اکادمی ادبیات پاکستان کی طرف سے تھا تو ان کا یہ تقاضا تھا کہ اس دورے کی ایک جامع دستاویزی رپورٹ پیش کی جائے تا کہ عوام کو اس کی اہمیت اور تفصیلات سے آگاہی حاصل ہو سکے اور پاک–چین دوستی کے فروغ میں یہ سفر ایک روشن مثال کے طور پر سامنے آئے۔ دوسرا مقصد یہ تھا مجھے تاریخ سے دلچسپی ہے میں چین کی تاریخ اور ان کی ترقی پاکستان کے ساتھ موازنہ کر کے پیش کرنا چاہتا تھا۔

سفر نامہ نگاری محض واقعات کا بیان نہیں بلکہ فن کارانہ اظہار ہے جہاں زبان و بیان کا انتخاب قاری کے کے ذہن میں پورے سفر کی تصویر کشی کر دیتا ہے۔" جانان چینی "کا اسلوب سادہ اور سلیس ہے۔ تحریر میں سپاٹ جملے نہیں ہیں مصنف نے لفظوں کے چناو اور جملوں کی بناوٹ کا خاص خیال رکھا ہے۔ آپ زیادہ تر معلوماتی انداز بیان اختیار کرنے کی کوشش کی ہے۔ مثال کے طور پر اقتباس ملاحظہ کریں۔

> "ہماری اگلی منزل ایک شاپنگ سنٹر تھا۔ اس کا نام سلک مارکیٹ (بازار ریشم) ہے۔ بس یوں سمجھئے کہ ایک پلازے کے اندر ایک شہر آباد ہے، یہاں پر انتہائی تیز چینی لڑکیاں دکاندار یکرتی ہیں گاہک اکثر بیرونی ہیں۔ اللہ بھلا کریں طاہر الدین کا، جس نے ہمیں گائیڈ کیا تھا کہ خریداری میں ہمیشہ ایک صفر کم کریں، یعنی اگر دکاندار ۱۰۰ بولے تو آپ نے ۱۰ بولنا ہے۔"(۵)

اورڈاکٹر عنایت اللہ فیضی کا تعلق چونکہ تعلیم و تعلم سے ہے تو لکھت کا ہنر خوب جانتے ہیں۔ آپ نے بھی سادہ، سلیس اسلوب اختیار کیا ہے۔ چھوٹے چھوٹے فصیح جملے اور موقع و محل کے مطابق تشبیہات و استعارات اور اشعار کا بے تکلفانہ استعمال آپ کی تحریر کو جاندار بناتی ہے۔ مثال کے طور پر یہ اقتباس ملاحظہ ہو:

"بہار کی آمد آمد تھی محسن صاحب پھولوں کے نظاروں میں گم تھے ہمارے کانوں میں ساغر صدیقی گنگنانے لگے۔ شاید یہیں کہیں ہو تیرا نقش پائے ناز ہم نے گرا دیے ہیں سر راہ گزار پھول شنگھائی شہر چند منٹ کے فاصلے پر تھا مگر ہماری آنکھ لگ گئی۔ گاڑی رکنے پر ہم نے شنگھائی میں آنکھ کھولی اور یہ شہر میں ہمارا دوسرا جنم تھا۔"(۶)

ظرافت کسی متن میں موجود باریک بینی، شائستگی اور خوبصورتی ہے۔ یہ وہ خوبی ہے جو کسی تحریر کو خشک بیانی سے نکال کر اس میں دلکشی اور اثر انگیزی پیدا کرتی ہے۔ عنایت جلیل عنبر کی تحریر میں ظرافت کا رنگ نمایاں نظر آتا ہے۔ جگہ جگہ ظریفانہ رنگ دیکھنے کو ملتے ہیں۔ چینی زبان سے ناواقفیت اور چائنیز میزبان کی انگریزی سے ناواقفیت کو ظریفانہ انداز میں اس طرح بیان کرتے ہیں۔

"میزبان قریب آکر کہا "نہاؤ" میں بڑا پریشان ہوا کہ یار اچانک نہانے کی بات کہاں سے آگئی، آتے ہوئے نہاکے آیا تھا۔ اس نے پھر سے کہا نہاؤ ، کیوں نہاؤ بھائی ؟ میں نے اپنے اپ کو سونگھنا شروع کیا کوئی بدبو تو نہیں آرہی لیکن ایسی کوئی بات نہیں ساتھ کھڑے والے سے پوچھا کیا نہاؤ کر رہا ہے۔ اس نے بتایا ارے بھولے یہ چائنیز میں سلام کہہ رہا ہے۔"(۷)

سفر نامے میں شوخی اور ظرافت مصنف کے مزاج اور طبیعت کی عکاسی کرتی ہے۔ آپ مختلف واقعات سے ظرافت کا پہلو نکال لیتے ہیں۔ یہی خصوصیت سفر نامہ پڑھنے کے دوران قاری کے ذہن کو تروتازہ اور چست رکھتی ہے ایک اور جگہ مصنف کا ظریفانہ انداز ملاحظہ کریں۔

"میں نے میں ایک دادی اماں کے ساتھ تصویر بنائی تھی جو دوستوں کو بے حد پسند آئی۔ یہاں بھی کافی عمر رسیدہ دکاندار تھی جس کے ساتھ میں نے سیلفی تو بنادی لیکن خدا جانے اس نے اپنی زبان میں میری کیا درگت کی

ہو گی۔ اور اگر مسز لیم ساتھ نہ ہوتی تو شاید مہمان نوازی میں مجھے سینڈل ضرور کھانے پڑتے۔"(۸)

ڈاکٹر عنایت اللہ فیضی کے ہاں ظرافت کے برعکس طنزیہ لہجہ غالب نظر آتا ہے۔ آپ نے چینیوں کی قومی یکجہتی، انتظامی ترقی، معاشی خوشحالی، انصاف اور میڈیا کی آزادی، امن اور صفائی پسندی جیسے مثالی پہلوؤں کا ذکر کرتے ہوئے پاکستان میں انتظامی کمزوریوں، بدعنوانی، ترقی، امن اور صفائی کے فقدان پر طنز کر کے پاکستانی معاشرے کو بیدار کرنے کی کوشش کی ہے۔ مثال کے طور پر آپ بیجنگ شہر پہنچ کر اپنے تاثرات کا اظہار یوں کرتے ہیں۔

"یہ بیجنگ ہے یہاں ماحولیاتی آلودگی نہیں پائی جاتی۔ یہ شہر دھوئیں اور غبار میں نہیں ڈوبا ہوا۔ ریل اور بسیں بجلی سے چلتی ہیں۔ آدھا شہر سائیکلوں پر سوار ہے۔ جو ماحول دوست سواری ہے۔ سڑکیں وہیں ہیں لیکن سواریاں مختلف۔ اخبارات وہیں ہیں لیکن خبریں مختلف۔ کسی بھی اخبار میں لسانی فسادات اور مذہبی قتل عام کی خبر نہیں ہے۔ تعلیم سب کا حق ہے سب کو ملتی ہے۔ یہاں پروپیگنڈے سے پہلے اور شاید پبلسٹی سے زیادہ کام ہوتا ہے۔ "کام، کام اور صرف کام" ہمارے لیڈر نے ہمیں پیغام دیا تھا جسے ہم نے فریم کر کے اپنے سرہانے پر رکھا ہے اور پاوں پھیلا کر بلکہ گھوڑے بیچ کر سو رہے ہیں۔"(۹)

ڈاکٹر عنایت اللہ فیضی ایک سچے اور محب وطن پاکستانی ہونے کی وجہ سے اپنے ملک کی خرابیوں سے آنکھ نہیں چراتے ہیں بلکہ موقع و محل کے مطابق جگہ جگہ طنزیہ لہجے میں اپنی قوم کو دعوت فکر دینے کی کوشش کرتے ہیں۔ چین میں بدعنوانی، رشوت ستانی کے نہ ہونے اور قانون کی حکمرانی کے بارے میں کچھ اس طرح بیان کرتے ہیں۔

بدعنوانی اور رشوت ستانی کا ذکر آپ کو نہیں ملے گا یہاں دولت کی دوڑ نہیں لگی۔

بنگلوں، پلاٹوں، کاروں اور کارخانوں میں ایک دوسرے پر سبقت لے جانے کا مقابلہ نہیں ہو رہا۔۔۔ قانون موجود ہے۔ قانون پر عمل کرنے والے موجود ہیں۔ مجرموں کی کوئی باثر لابی اقتدار میں نہیں ہے۔ جو مجرموں کو قانون کی گرفت سے بچا سکے۔"(۱۰)

چینیوں کی مذکورہ بالا خوبیوں کو بیان کر کے بلواسطہ پاکستانی معاشرے پر طنز کی ہے کہ بحیثیت مجموعی پاکستانی معاشرہ، بدعنوان، رشوت خور، سرمایے کا بھوکا اور لاقانونیت سے بھرپور ہے۔ جسے ختم کر کے ہی چینیوں کی طرح ایک عظیم قوم بن سکتی ہیں۔

سفرنامہ میں منظر نگاری ایک بنیادی تکنیک ہے جو قاری کو براہ راست مصنف کے تجربات سے جوڑتی ہے۔ یہ محض معلومات فراہم کرنے کا ذریعہ نہیں بلکہ ایک ماہرانہ اظہار ہے جو سفرنامے کو شاہکار بنا دیتی ہے۔اس حوالے سے ڈاکٹر وزیر آغا لکھتے ہیں۔

> "سفرنامے کی اصل روح منظر نگاری میں پوشیدہ ہے۔ اچھا سفرنامہ نگار وہ ہے جو الفاظ کے ذریعے قاری کے ذہن میں وہی تصویر ابھار دے جو اس نے اپنی آنکھوں سے دیکھی ہو۔ محض واقعاتی بیانیہ سفرنامے کو خشک اور بے روح بنا دیتا ہے۔"(۱۱)

ایک باکمال سفرنامہ نگار منظر کشی کو سفرنامے کا لازمی حصہ بنا دیتا ہے۔منظر نگاری کے لیے کسی فن کار کا حیات و کائنات کا مشاہدہ کرنا ضروری ہوتا ہے،جو وہ اپنی فنی بصیرت سے تصویر کشی کرتا ہے جس سے قاری متاثر ہوتا ہے۔منظر کشی بے رنگ اور جامد خطوط سے اخذ نہیں ہوتی بلکہ انسانوں کے عام زندگی سے اخذ کی جاتی ہے،سفرنامہ نگار اپنے مشاہدات اور محسوسات کو خوبصورت امتزاج کے ساتھ پیش کرنے میں مہارت رکھتا ہے۔ قاضی صاحب کے یہاں یہ خصوصیات ہمیں دیکھنے کو ملتی ہیں۔ آپ ایک جگہ چین کے شہر شیامن کا منظر یوں بیان کرتے ہیں: ملاحظہ ہو:

> "لہلاتے کھیت، میدان، پارک، سمندر کو چیرتے ہوئے بحری جہاز، چھوٹے چھوٹے جزیرے اور ان کے اندر آسمان کو چھوتی ہوئی عمارتیں قصہ مختصر قدرت نے قدرتی حسن کی دولت سے اس جزیرے کو مالا مال رکھا ہے۔"(۱۲)

ڈاکٹر عنایت اللہ فیضی صاحب کا مطالعہ وسیع اور مشاہدہ گہرا ہے۔وہ اپنے داخلی احساسات و جذبات اور خارجی محسوسات میں خطہِ چین کی زندہ تابندہ اشیاء کو پوری جزیات اور چابکدستی سے پیش کرتے ہیں۔ وہ اپنے تاثرات کو بھی نہایت عقلمندی سے بیان کرتے ہیں اور قاری کو اپنا ہمسفر بنائے رکھتے ہیں۔منظر کشی میں اپنی مثال آپ ہیں:"سوچو" شہر کی ایک باغ کی منظر کشی کچھ یوں کی ہے۔

"باغ کے تین حصے ہیں۔ مشرقی حصے میں پھولوں کے لان اور پانی کی نہریں ہیں۔ اردگرد قدیم چینی طرز کی عمارتیں بنی ہیں۔ یہاں سامانِ زیبائش و آرائش کی اتنی بہتات ہے کہ خوب سے خوب تر کا انتخاب مشکل ہو جاتا ہے۔ دوسرے حصے میں جھیل اور چٹانیں ہیں جگہ جگہ بارہ دریاں بنائی گئی ہیں۔ مغربی حصے میں چھوٹے چھوٹے تالاب اور بڑے بڑے ہال ہیں مگر سب سے دلچسپ حصہ وہ ہے جہاں تمام درختوں کے بونے بونے نمونے اگائے گئے ہیں جہاں باغ وہاں پرندے۔ اور یہاں درختوں کے ساتھ پھولوں اور پرندوں کی ایک دنیا آباد ہے۔"(۱۳)

مصنف ہر منظر کو نہایت دلکشی سے بیان کرتا ہے، اور ساتھ ساتھ اس کی تاریخ کا حوالہ بھی دیتا ہے جس سے قاری کو سفر نامے میں دلچسپی اور بھی بڑھ جاتی ہے۔ چین کی صنعتی ترقی تو دنیا کے سامنے ہے۔ مصنف چین کی صنعتی ترقی اور زراعت میں کامیابی کے راز بھی ڈھونڈنے کی کوشش کرتے ہیں۔ چینیوں کی صنعتی ترقی کا ذکر کرتے ہوئے ایک جگہ لکھتے ہیں:

"۔۔۔یہ تانبے کی نالیاں بنانے کا کارخانہ ہے۔ ایشاء میں سب سے بڑا ہے اور دنیا میں نویں نمبر پر ہے۔ اس کی سالانہ پیداوار ۴ لاکھ ٹن ہے۔ جس کا ۷۰٪ حصہ ملک کے اندر بجلی کی مصنوعات میں استعمال ہوتا ہے۔ ۳۰٪ ملک سے باہر بھیجا جاتا ہے۔"(۱۴)

موازنے کی تکنیک سے سفر نامہ محض ایک روداد سے ادبی اور فکری شاہکار میں بدل جاتی ہے۔ اس کے علاوہ تحریر میں تنوع پیدا ہو جاتا ہے اور قاری کو نئے زاویوں سے سوچنے کا موقع مل جاتا ہے۔ قاضی عنایت جلیل عنبر اپنے سفر نامے میں اس تکنیک کی مدد سے چترال اور چین کی زبان میں باہمی مماثلتوں کو ڈھونڈنے کی کوشش کی ہے۔ چینی اور چترالی (کھوار) زبان میں مماثلت کو کچھ اس طرح بیان کرتے ہیں۔

" چھو" ہے یہ لفظ چلو کے لیے استعمال ہوتا ہے اور گھڑ سواری میں چھو اکثر استعمال ہوتا ہے چین میں یہ دیکھا کہ چلو کے لیے 'چھو' کا لفظ استعمال کیا جاتا ہے۔ ایک اور لفظ جو کھوار میں مستعمل ہے۔ وہ 'ششنگ" ہے۔ جو لالچی بھولے آدمی کے لیے استعمال کیا جاتا ہے۔ چین کی تاریخ میں بھی ایک باغی

اور لالچی آدمی کا نام 'ششنگ' ہے۔ جس نے شہر ممنوعہ پر قبضہ کیا تھا۔ شاید یہ لفظ بھی کھوارزبان میں چائنہ سے آیا ہے۔"(۱۵)

سفر نامہ نگاری میں مکالمے کی تکنیک خاص اہمیت کا حامل ہے۔ یہ تکنیک سفر نامے میں حقیقت اور ربط پیدا کرتی ہے۔ اس کے علاوہ سفر نامے کو پرکشش اور متحرک بناتی ہے اور قاری کا رشتہ کرداروں سے جڑ جاتا ہے۔ ڈاکٹر عنایت اللہ فیضی "چین بہ جبین" میں موازنے کی تکنیک کی بہ نسبت مکالمے کی تکنیک کا استعمال زیادہ کیا ہے۔ جس کی وجہ سے اس کی تحریر متحرک نظر آتی ہے اور قاری کو نئے کرداروں سے روشناس ہونے کا موقع ملتا ہے۔ یہ ڈاکٹر عنایت اللہ فیضی کے سفر نامے کی بڑی کامیابی ہے۔ مثال کے طور پر بل ٹاور جانے کی کہانی کو مکالماتی انداز میں اس طرح بیان کرتے ہیں۔

"مگر پہلے تو بل ٹاور (Bell Tower) جانا ہے" پروگرام کی تفصیلات طے ہونے لگیں۔ مادام چیانگ نے گھڑی دیکھ کر پروگرام میں تھوڑی سی تبدیلی کا اعلان کر دیا۔ ہم بل ٹاور نہیں جائیں گے۔ "کیوں؟" ملک صاحب کے پوچھنے پر انہوں نے کہا کہ بل ٹاور راستے میں آیا تھا۔ دوبارہ ہم اس مقام سے گزرے ہیں۔ کوئی خاص جگہ نہیں ہے۔ وہاں جانے کی چنداں ضرورت نہیں۔ ہم نے کہا ٹھیک ہے سر تسلیم خم ہے جو مزاج یار میں آئے۔ آرام کے بعد ادیبوں سے ملاقات کے لیے لابی (Lobby) میں آئے تو مادام چیانگ کہنے لگے۔" اب ہم بل ٹاور جائیں گے۔ ""ادیبوں کے ساتھ ملاقات کے وقت کا کیا بنے گا؟" ملک صاحب نے پوچھا۔ "اسے ہم نے موخر کر دیا ہے۔ واپسی پر ادیبوں کے ساتھ نشست ہوگی۔""وہ کیوں؟"(۱۶)

اس طرح کے مکالماتی انداز فیضی صاحب کے سفر نامے میں قاری کو ملتے ہیں جس سے قاری سفر نامہ پڑھتے ہوئے مختلف کرداروں سے آشنائی حاصل کر لیتا ہے اور اس کے اندر تجسس پیدا ہو جاتا ہے جو کہ ایک کامیاب سفر نامے کی پہچان ہے۔ سفر نامہ نگار کے اپنے سفر نامے میں کسی ملک کی تہذیب و ثقافت اور سماجیات کی عکاسی بنیادی اہمیت کی حامل ہوتی ہے۔ مصنف فکر کے حوالے سے آزاد ہوتا ہے۔ وہ کسی بھی ملک یا علاقے میں جاتا ہے تو وہ اس معاشرے کے تمام چھپے ہوئے مثبت و منفی پہلوؤں کو بغیر کسی تعصب کے منظر عام پر لاتا ہے۔ قاضی عنایت جلیل عنبر کا سفر نامہ جانان چینی میں چینیوں کی تہذیب و ثقافت بہت کم ملتا ہے۔ شاید اپنے مصروف شیڈول کی وجہ سے ان کی تہذیب و ثقافت کو قریب سے مشاہدہ کرنے کا موقع نہیں ملا ہوگا، جس کی وجہ سے سفر نامے کا قاری وہاں کی مقامی رنگ، رسم و رواج اور تہذیبی تنوع سے

پوری طرح اگاہی حاصل نہیں کر پاتا۔اس کے بر عکس عنایت اللہ فیضی ایک آزاد ناظر کی طرح بغیر کسی تعصب اور تردد کے جو کچھ دیکھتے ہیں اسے بیان کر دیتے ہیں۔ڈاکٹر عنایت اللہ فیضی چین کے ثقافتی، رہن سہن، طرز بود و باش اور رسم و رواج کا بہت باریک بینی سے جائزہ لیتے ہیں اور اپنے سفر نامے کا حصہ بناتے ہیں۔رسوم و رواج اور چائنیز کھانوں کا ذکر کرتے ہوئے ایک جگہ لکھتے ہیں:

"چینیوں کا دستور ہے پہلے سلاد کھانے میں آخر میں سوپ لازمی ہے اور مٹھاس کے لازمی نہیں۔"(۱۷)

عنایت اللہ فیضی چینی کھانوں اور ان کے رسم و رواج، تہذیب و ثقافت کی بھرپور عکاسی کے ساتھ ساتھ چینیوں کے ناچ گانوں اور کھیل کود کا ذکر بھی کرتے ہیں۔اور لکھتے ہیں کہ یہ خوش طبع لوگ ہیں ،ناچ گانوں کے شوقین ہیں ۔لڑکوں کے ساتھ ساتھ لڑکیاں بھی ناچ اور رقص کرتی ہیں۔ چینی رقص کے بارے میں ایک جگہ رقمطراز ہیں:

"ایک مہوش کا انفرادی ناچ ہے۔(Solo Item)ہاتھوں میں ریشمی چادریں ہیں ۔یہ کلاسیکی ناچ ہے ۔لمبی چادریں سانپ کی طرح بل کھاتی رقاصہ کے ساتھ رقص کرتی ہیں۔سازندے بھی کلاسیکی اور روایتی آلات کے ساتھ لوک موسیقی پیش کرتے ہیں۔یہ گروپ ڈانس ہے۔پری چہرے ایک ایک ہو کر آرہے ہیں۔"جیسے قطار اندر قطار۔۔۔"(۱۸)

مجموعی طور پر دونوں سفر نامی نگاروں یعنی قاضی عنایت جلیل کے "جانان چینی" اور ڈاکٹر عنایت اللہ فیضی کے "چین بہ جبین" دو ممتاز اور منفرد اسلوب کے حامل سفر نامے ہیں۔ قاضی صاحب کا اسلوب شاعرانہ اور جذباتی ہے جس میں چین کے ثقافتی اور تہذیبی پہلوؤں کو جمالیاتی انداز میں پیش کیا گیا ہے۔ان کی تحریر میں منظر نگاری کے حسی پہلو ،تشبیہات اور استعارات کا استعمال قاری کو چین کی سیر کرواتا ہے۔مثال کے طور پر وہ چینی بازاروں کی رونق کو ایسے بیان کرتے ہیں کہ قاری خود کو وہاں موجود محسوس کرتا ہے۔تاہم ان کے اسلوب میں تاریخی حقائق اور معروضی تجزیے کی کمی محسوس ہوتی ہے۔

دوسری طرف ڈاکٹر عنایت اللہ فیضی کا اسلوب علمی اور تحقیقی ہے۔"چین بہ جبین" میں انہوں نے چین کے تاریخی مقامات، سیاسی نظام، تعلیمی اصلاحات اور معاشی ترقی کا گہرائی سے جائزہ لیا ہے۔ان کا انداز غیر جانبدارانہ اور حقائق پر مبنی ہے، جس میں اعداد و شمار اور تاریخی حوالوں کو اہمیت دی گئی ہے۔ ثقافتی و تہذیبی بیانیے کے لحاظ سے قاضی صاحب کے سفر نامے میں چین کی روزمرہ زندگی اور تہواروں کے حوالے سے مثالیں نہیں ملتیں۔جبکہ ڈاکٹر عنایت اللہ

فیضی نے ثقافتی اور تہذیبی پہلوؤں کو تاریخ کے تناظر میں پیش کیا ہے۔مثال کے طور پر انقلاب چین کا ذکر کرتے ہوئے ایک جگہ لکھتے ہیں۔

> "مگر یہ تو چار ہزار برس کا قصہ ہے۔دو چار برس کی بات نہیں ۔اس سے پہلے ۸۰۰سال پرانی تہذیب کے آثار ملتے۔دریائے وی (Wei) کی وادی چنگ لنگ(Qin ling)کی پہاڑیوں کے دامن میں فروغ پانے والی تہذیبیں قدیم ترین تہذیبوں میں شمار ہوتی ہے۔پانی کے نکاس کے لیے استعمال ہونے والی پائپ ،سیمنٹ کی پکی اینٹیں تین ہزار سال پرانی ہیں۔۔۔"(۱۹)

دونوں مصنفین کے اسلوب میں بنیادی فرق ان کے پیشہ ورانہ پس منظر اور تحریری مقاصد کی عکاسی کرتا ہے۔نقادوں کی نظر میں قاضی عنایت جلیل کا اسلوب قاری کو جذباتی طور پر جوڑنے میں کامیاب ہے۔جیسا کہ ڈاکٹر گوپی چند نارنگ نے نشاندہی کی ہے۔جبکہ شمس الرحمن فاروقی کے مطابق ڈاکٹر عنایت اللہ فیضی کا معروضی انداز ثقافتی بیان میں غیر جانبداری کی بہترین مثال ہے۔دونوں سفر نامے اپنے اپنے انداز میں منفرد ہیں۔"جانان چینی" ادبی لطف کے لیے بہترین انتخاب ہے،جبکہ "چین بہ جبین" تحقیقی مواد کی تلاش میں مفید ہے۔

آخر میں یہ کہا جاسکتا ہے کہ دونوں سفر نامے اردو ادب میں سفر نامہ نگاری کے دو مختلف اسالیب کی نمائندگی کرتے ہیں۔ قاضی صاحب کا جذباتی اور تاثراتی انداز ادب کے شائقین کو متوجہ کرتا ہے ، جبکہ ڈاکٹر عنایت اللہ فیضی کا تحقیقی اسلوب علمی حلقوں میں قدر کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے۔دونوں ہی اپنے اپنے دائروں میں مکمل اور قابل قدر ہیں۔

حوالہ جات

1۔ خالد محمود، اردو سفر ناموں کا تنقیدی مطالعہ، مکتبہ جامعہ لمیٹڈ، نئی دہلی، 2011ء، ص22
2۔ قدسیہ قریشی، ڈاکٹر، اردو سفر نامے بیسویں صدی میں، نصرت پبلشرز، حیدری مارکیٹ لکھنؤ، 1987ء، ص48
3۔ انور سدید، اردو ادب میں سفر نامہ، مغربی پاکستان اردو اکیڈمی، لاہور، ص48
4۔ عنایت جلیل عنبر، قاضی، انٹرویو، 25اپریل 2025ء
5۔ ایضاً، جانان چینی، انجمن ترقی کھوار، حلقہ پشاور، 2019ء، ص49
6۔ عنایت اللہ فیضی، ڈاکٹر، چین بہ جبین، دوست پبلی کیشنز—اسلام آباد، 1998ء، ص114
7۔ عنایت جلیل عنبر، قاضی، جانان چینی، انجمن ترقی کھوار، حلقہ پشاور، 2019ء، ص52
8۔ ایضاً، ص12
9۔ عنایت اللہ فیضی، ڈاکٹر، چین بہ جبین، دوست پبلی کیشنز—اسلام آباد، 1998ء، ص23،22
10۔ ایضاً، ص26
11۔ وزیر آغا، ڈاکٹر اردو سفر نامہ: فن اور تاریخ، سنگ میل پبلی کیشنز، لاہور، 2004ء، ص112
12۔ عنایت جلیل عنبر، قاضی، جانان چینی، انجمن ترقی کھوار، حلقہ پشاور، 2019ء، ص، 23
13۔ عنایت اللہ فیضی، ڈاکٹر، چین بہ جبین، دوست پبلی کیشنز، اسلام آباد، 1998ء، ص98
14۔ ایضاً، ص142
15۔ عنایت جلیل عنبر، قاضی، جانان چینی، انجمن ترقی کھوار، حلقہ پشاور، 2019ء، ص، 24
16۔ عنایت اللہ فیضی، ڈاکٹر، چین بہ جبین، دوست پبلی کیشنز—اسلام آباد، 1998ء، ص79
17۔ ایضاً، ص64
81۔ ایضاً، ص65
19۔ ایضاً، ص67

References:

1. Khalid Mahmood, Urdu Safarnamon ka Tanqeedi Mutala‘a, New Delhi: Maktaba Jamia Limited, 2011, p. 22.
2. Qureshi, Qudsia, Dr., Urdu Safarnamay Beeswin Sadi mein, Lucknow: Nusrat Publishers, Haidari Market, 1987, p. 48.
3. Anwar Sadeed, Urdu Adab mein Safarnama, Lahore: Maghribi Pakistan Urdu Academy, p. 48.
4. Inayat Jalil Amber, Qazi, Interview, April 25, 2025.

5. Ibid., Janan Cheeni, Peshawar: Anjuman-e-Taraqqi-e-Khowar, Halqa Peshawar, 2019, p. 49.
6. Inayatullah Faizi, Dr., Cheen ba Jabeen, Islamabad: Dost Publications, 1998, p. 114.
7. Inayat Jalil Amber, Qazi, Janan Cheeni, Peshawar: Anjuman-e-Taraqqi-e-Khowar, Halqa Peshawar, 2019, p. 52.
8. Ibid, p. 12.
9. Inayatullah Faizi, Dr., Cheen ba Jabeen, Islamabad: Dost Publications, 1998, pp. 22–23.
10. Ibid., p. 26.
11. Wazir Agha, Dr., Urdu Safarnama: Fan aur Tarikh, Lahore: Sang-e-Meel Publications, 2004, p. 112.
12. Inayat Jalil Amber, Qazi, Janan Cheeni, Peshawar: Anjuman-e-Taraqqi-e-Khowar, Halqa Peshawar, 2019, p. 23.
13. Inayatullah Faizi, Dr., Cheen ba Jabeen, Islamabad: Dost Publications, 1998, p. 98.
14. Ibid, p. 142.
15. Inayat Jalil Amber, Qazi, Janan Cheeni, Peshawar: Anjuman-e-Taraqqi-e-Khowar, Halqa Peshawar, 2019, p. 24.
16. Inayatullah Faizi, Dr., Cheen ba Jabeen, Islamabad: Dost Publications, 1998, p. 79.
17. Ibid, p. 64.
18. Ibid, p. 65.
19. Ibid, p. 67.